ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

پاکستان کیا ہے

تحریکِ پاکستان کا پس منظر

حصہ اوّل

از خامہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ

صدر جمعیۃ علماء ہند و صدر کل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ

ناشر

ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی

جمعیۃ علماء ہند کی انتخابی مہم سے متعلق مفید رسالے

جمعیۃ علماء کیا ہے۔ حصہ اوّل ۶/

" " " حصہ دوم .... (زیر طبع)

پاکستان کیا ہے (از شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی) ۶/

پاکستان پر ایک نظر (از حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب) ۴/

مسلم لیگ کیا ہے ۲/

مسٹر جناح کا پر اسرار معمہ اور اس کا حل ۲/

زعماء لیگ اور مسٹر جناح کی سیاسی غلطیاں ۲/

سول میرج اور لیگ ۲/

شریعت بل اور لیگ ۱/

مجموعہ فتاوی۔ جواز شرکت کانگریس وازالۂ شکوک ۴/

توضیح تجاویز (جمعیۃ علماء۔ کانگریس و مسلم لیگ) ۳/

علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے .... (زیر طبع)

شیخ الاسلام کا مکتوب ووٹروں کے نام ۱/

اساس انقلاب اور مراقبۂ نماز ۱۰/

خاص پاکستان نمبر (رسالہ نئی زندگی الہ آباد) ۴/

خطبۂ صدارت اجلاس سہارنپور (از حضرت شیخ الاسلام) ۱۰/

ملنے کا پتہ

دفتر جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحمدُ للہ وَ کفٰی وَسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد- اس زمانہ میں پاکستان کے متعلق بہت زیادہ شور و غوغا ہے اور اسکو اسقدر اہمیت دیجا رہی ہے کہ اسی کو مدار الیکشن قرار دیا جاتا ہے اور اسی کے نام پر ووٹ طلب کیا جا رہا ہے- اور اسی کو زعمائے لیگ مسلمانان ہند کی جملہ مشکلات کا حل بتلا رہے ہیں- اخباروں اور پمفلٹوں کے صفحات اسکے محاسن اور قبائح سے بھرے جا رہے ہیں- پلیٹ فارموں اور جلسوں میں اُسپر دھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں- ہمیں بھی انہی وُجوہ سے غور و خوض کی ضرورت پیش آئی- مگر باوجود جد و جہد بلیغ اسکی تریاقیت ہماری سمجھ میں نہیں آئی بلکہ اسکے برعکس اسمیں ہم نے مسلم اکثریت والے صوبوں اور مسلم اقلیت والے صوبوں دونوں کے مسلمانوں کیلئے نقصان اور ضرر کو ہی غالب پایا- اپنی تفتیش اور اطلاعات کی بنا پر جو کچھ ہم کو معلومات حاصل ہوئی ہیں اُنکو پیش کرنا ہم نے ضروری سمجھا ہے- ناظرین سے ہماری درخواست یہ ہے کہ مندرجہ ذیل امور پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں- محض جذبات کی رو میں نہ بہیں سب سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا منبع تلاش کریں اور اس کے بعد دیگر امور ضروریہ پر نظر ڈالیں- لیکن منبع کی سراغ رسانی سے پہلے بطور تمہید ہم چند ضروری باتیں عرض کرنا واجب سمجھتے ہیں-

(۱) موجودہ زمانہ میں شہنشاہیتوں اور حکومتوں کا مدار بہ نسبت حکم داری و سیاست اقتصادیات اور اسکے ذرائع اقسام پر زیادہ تر منحصر ہے- تجارت اور اس کے لوازم- صنعت اور اُسکے شعبے اور ذرائع بہت زیادہ پیش نظر رہتی ہیں- معادن اور اُنکے محاصل و انواع سب سے زیادہ ملحوظ نظر ہوتے ہیں- یورپین اقوام اور اُنکے ہمسروں کی نقل و حرکت اور افریقہ و ایشیا وغیرہ میں حکمرداری

اور آمد و رفت اسی بنا پر شروع ہوئی اور اب بھی انہیں امور کی بنا پر جنگہائے عظیمہ ظہور پذیر ہوئیں۔ برطانوی اقوام کا ہندوستان میں آنا اور قدم جمانا اسی وسیلہ سے ہوا۔ پہلے پہل تو اُنکی سوداگری پھیری والوں کی طرح رہی پھر رفتہ رفتہ دوکانداری کا طریقہ اختیار کیا اور یہ دور ۱۶۰۰ء سے تقریباً ۱۷۰۸ء تک رہا۔ اُسکے بعد اُنکی باقاعدہ کمپنی بنگئی اور جو تاجر علیحدہ علیحدہ کاروبار کرتے تھے اور جنکی مقدار سو تک پہونچتی تھی سب کی مشترک جماعت بنا دی گئی جسکو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس نے باقاعدہ مراکز قائم کئے کوٹھیاں کھولیں مختلف سواحل پر قلعے بنائے ایجنسیاں قائم کیں۔ مختلف حیلوں سے نوابوں، راجاؤں، بادشاہوں کے درباروں میں رسوخ حاصل کیا سنڈیکیٹ اور امتیازات خاصہ تجارتیہ یکے بعد دیگرے لیتے ہوئے ایسے ایسے خودغرضی کے قوانین تجارت بنائے کہ جنمیں نہ تہذیب تھی نہ انسانیت اور بقول ولیم ڈگبی ننگے طور سے ہندوستان پر تجارتی تسلط قائم کر دیا۔ اور تجارتی لوٹ کھسوٹ اس طرح جاری کر دی کہ ہندوستان ادھموا ہو کر رہ گیا۔ یہ دور ۱۷۰۸ء سے ۱۷۵۷ء تک رہا اس کے بعد پلاسی کی جنگ ہوئی اور خونخوار ڈاکوؤں کی جماعت بنکر جابرانہ تسلط قائم کر دیا۔ اور ہر خزانہ اور دولت پر اپنا قبضہ جما کر انگلستان کو منتقل کر دیا۔ اس زمانہ میں تجارت ظالمانہ سے بھی لوٹ کھسوٹ ہوتی تھی اور حکومت جابرانہ سے بھی برابر ڈاکہ زنی جاری رہی۔ یہی وہ زمانہ ہے جسمیں علانیہ طور سے ہندوستان سے دولت کے دریا انگلستان کو بہتے رہے۔ جیسا کہ لارڈ میکالے کہتا ہے۔ ہندوستان کے بے شمار خزانے اسی زمانہ میں انگلستان کو منتقل ہوئے۔ یہ تسلط ۱۷۵۷ء سے ۱۸۳۲ء تک رہا۔ اس کے بعد تسلط بذریعہ پوسٹ قائم کیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی خالص بادشاہ بن گئی۔ اس نے قانونی بادشاہت قائم کر کے من مانی خودغرضی کی قوانین حکومت ایسے میٹھے الفاظ میں بنائے جن میں خوش معاملگی کا دکھاوا

ہوتا رہا اور ہندوستانی قوم اور ان کے اموال وغیرہ کو از سرتاپا اپنی اغراض کے بھینٹ چڑھانا جاری رہا۔ ڈگبی لکھتا ہے۔

"مگر اس میں شک نہیں کہ آج بھی ہندوستان کو اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے جتنا اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا۔ ہماری حکومت کی باریک چابک اب آہنی زنجیر بن گئی ہے۔ کلائیو اور ہسٹنگس کی لوٹ اس نکاس کے سامنے ہیچ ہے۔ جو کہ ایک ملک کا خون جان بہا کر دوسرے ملک کو مالا مال کر رہا ہے۔"

اپنے ملک کی صنعت بڑھانے کیلئے ہندوستانی صنعت کا گلا گھونٹا ہندوستانی تجارت کو فنا کیا، معادن پر قبضہ کیا۔ زراعت پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ اپنے ملک کی مصنوعات کو محفوظ کرنے اور ترقی دینے کے لئے انگلستان میں ہندوستانی مصنوعات پر (ما مونی تجارت کا فلسفہ دکھاتے ہوئے) بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ ادھر ہندوستان میں صناعوں اور کاریگروں پہ مالی اور جسمی تشددات عمل میں لائے گئے۔ تا اینکہ ہندوستان کا مال باہر جانا بھی بند ہو گیا۔ اور صنعت پیشہ قومیں کاروبار چھوڑنے پر مجبور کر دی گئیں۔ پھر فری ٹریڈ کا گیت گایا گیا اور بغیر محصول یا نہایت قلیل محصول سے . . . انگلستان کی مصنوعات ہندوستان میں داخل کی گئیں۔ اور ہر ہر منڈی میں ریلوں کے ذریعہ سے انگلستان کا مال بانٹ دیا گیا۔ معمولی معمولی گرانی پر لوگ بھوکے مرنے لگے۔ اسی وجہ سے صرف ایک صدی میں یعنی سنہ ۱۸۰۰ء سے سنہ ۱۹۰۰ء تک ہندوستان میں اکتیس ۳۱ قحط پڑے اور تقریباً چار کروڑ ہندوستانی صرف بھوک کی وجہ سے موت کی نذر ہو گئے۔ انگلستان ہی کی بنی ہوئی چیزیں ہندوستان کے ہر ہر بازار میں پٹی پڑی نظر آنے لگیں۔ انگلستان کے باشندے نہ صرف امیر بن گئے بلکہ زراعت وغیرہ

چھوڑ کر صنعت اور تجارت میں منہمک ہو گئے۔ انگلستان کی مصنوعات کا فیصدی چونسٹھ حصہ ہندوستان میں کھپنے لگا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں صرف کپڑے اور سوت کی قیمت میں اسی کروڑ روپیہ انگلستان کو گیا۔

الغرض برطانویوں کی عیش پرستی اور خوش حالی کا بڑا مدار ہندوستان میں انکی مصنوعات کی کھپت پر ہے۔ یہ تمام دنیا کی منڈیوں میں سب سے بڑی منڈی برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ جرمنی اور جاپان نے جب اس منڈی پر حریصانہ نگاہ ڈالنی شروع کی تو جنگ عظیم کے شعلے لپٹ مارنے لگے۔

(۲) علاوہ تجارت پر قبضہ جما لینے اور ہندوستانی صنعت اور تجارت کو فنا کر دینے کے ہندوستان کے تمام ان عہدوں اور حکومت کے تمام شعبوں کو جن کو انگریز قبول کر سکتا تھا اپنے قبضہ میں کیا گیا اور انکی اتنی بھاری بھاری تنخواہیں مقرر کی گئیں کہ دنیا میں بڑے سے بڑے متمول ملکوں میں کہیں نہیں پائی جاتیں۔ فوجی اعلیٰ عہدوں سے ہندوستانیوں کو بالکل محروم کر دیا گیا۔ اور ان انگریزوں کی جو کہ چند دنوں یہاں ملازمت کرتے ہیں وہ وہ تنخواہیں ہندوستان کے خزانہ سے مقرر کی گئیں جو کہ امریکہ، انگلینڈ، جاپان، جرمنی وغیرہ کہیں بھی نہ تھیں۔ حتیٰ کہ معمولی انگریزی سپاہی کے لئے بھی ہندوستان کے خزانہ پر اتنا صرفہ ڈالا گیا۔ جو کہ ہندوستانی چار پانچ سپاہی پر بھی نہیں پڑتا مسٹر مانٹیگو نے سنہ ۱۹۱۹ء میں ہاؤس آف کامنس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی پر سالانہ چار سو گیارہ (۴۱۱) روپیہ خرچ ہوتا ہے اور ایک برطانوی سپاہی پر ایک ہزار نو سو اکہتر (۱۹۷۱) روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ڈیفنس کے لئے کم از کم پچاس ساٹھ ہزار سپاہی انگلینڈ کے باشندے یعنی گورے لازم قرار دیئے گئے۔ الغرض اس طریقہ سے سول اور فوجی ملازمین کی پنشنوں میں نقل اے، جی ولسن آف انویسٹوری ریویو تین کروڑ پونڈ سالانہ ہندوستان

سے وصول ہوکر انگلستان جاتا رہا۔ نیز ہندوستان میں انگریز ملازمین کی تنخواہوں کا پس انداز بقول ایگنس اسمڈلے (ماڈرن ریویو) تین کروڑ پونڈ سالانہ یعنی پینتالیس کروڑ روپیہ سالانہ جاتا رہا۔ اسی طرح انڈیا آفس لندن کے مصارف، ہندوستان پر قومی قرضہ کا سود۔ ریلوں، نہروں، معدنوں جہازوں، کارخانوں وغیرہ میں جو روپیہ انگریزوں کا لگا ہوا ہے اور جس کی مقدار سنہ ۱۹۱۳ء تک ۳۵۔ ارب پونڈ تھی۔ اس کا سالانہ منافعہ پینتیس کروڑ پونڈ تھا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر طریقے دولت کھینچنے کے وہ غیر معمولی سیلاب دولت ہیں جن کی نظیر تمام دنیا میں نہیں ملتی۔ اسی بناء پر منٹگمری مارٹن سنہ ۱۸۳۵ء میں لکھتا ہے "اگر دولت کا ایسا مسلسل و روز افزوں سیلان انگلستان سے ہونے لگے تو ایک ہی دن وہ بھی محتاج ہو جائے پھر خیال فرمایئے کہ ہندوستان پر اس کا کیا اثر پڑے گا جہاں معمولی مزدور کو دو یا تین پنس روزانہ ملتی ہے"۔ ڈبلیو ایس بلنٹ کہتا ہے "میں ہندوستان کے مالیہ کے اسرار بہترین استادوں سے حاصل کر رہا ہوں اور یہ استاد گورنمنٹ کے سکریٹری اور کمشنر وغیرہ ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر ہم اسی طرح ہندوستان کو ترقی دیتے رہے تو ایک دن وہ آئیگا جب کہ ہندوستانی آپس میں ایک دوسرے کو کھانے لگیں گے کیونکہ ان کے پاس کھانے کے لئے سوائے اپنے ابناء جنس کے کچھ بھی باقی نہ رہیگا" الغرض اس بے شمار لوٹ کھسوٹ سے اگرچہ ہندوستان موت کے گھاٹ اتر گیا مگر انگلستان کی خوشحالی، عیاشی، سرمایہ داری روز افزوں ترقی ہی کرتی رہی اور اسکی سرمایہ اور دولت کی بھوک روز افزوں بڑھتی ہی رہی جسطرح درندے کے اگر انسانی خون منہ کو لگ جاتا ہے تو وہ کبھی بھی انسانی خونخواری سے سیر نہیں ہوتا۔ اور ہر کس و ناکس کو دیکھکر اس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے یہی حال برطانویوں کا بہ نسبت ہندوستان ہو گیا ہے۔

سنڈے ٹائمز آف لندن ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء لکھتا ہے "ہمیں

صاف طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہئے کہ انگریز ہندوستان میں بحالی صحت کی غرض سے مقیم نہیں ہیں بلکہ ان کا مقصد روپیہ پیدا کرنا ہے ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے مفاد اور مصلحت کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنا اور اپنا مقصد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے" سر ولیم جوائنسن ہکس۔ ہوم سکریٹری انگلستان کہتا ہے "ہم نے ہندوستان ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا اور ہم ہندوستان میں ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے نہیں ہیں"

(ریج دہلی مورخہ ۲۵ راکتوبر ۱۹۱۳ء)

الغرض جس لوٹ اور کھسوٹ کی لالچ سے انگریز یہاں آئے تھے اور جس کے وہ دو تین صدی سے عادی ہو گئے ہیں اور جس کے بغیر انکو مستقبل کی زندگی نہایت بھیانک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے وہ ہندوستان کی آزادی کو ہر وقت میں انتہائی پریشانیوں میں مبتلا رکھتی ہے اور طرح طرح کی اسکیمیں اپنے مفاد اور مقصد کے لئے تیار کراتی رہتی ہے۔

(۳) روئے زمین پر صرف دو ملک ہندوستان، اور چین عظیم الشان تعداد والے ہیں۔ جو کہ اپنا مثیل نہیں رکھتے آج جبکہ دس دس بارہ بارہ کروڑ نفوس والے ملک جرمنی، امریکہ، روس جو کہ ہندوستان کی تقریباً ایک ایک تہائی یا اس سے کم آبادی والے ممالک ہیں اس قدر قوت دار بن گئے ہیں کہ برطانوی شہنشاہیت کو ہر وقت دھمکاتے رہتے ہیں اور دنیا کو الٹی میٹم اور دعوت جنگ دینے سے نہیں جھجکتے تو یورپین اقوام بالخصوص برطانیہ کو ضرور یہ عظیم الشان خطرہ پیش رہتا ہے۔ کہ اگر چین اور ہندوستان ہر ایک آزاد اور متحدہ قومیت کا مالک اور قوی ہو گیا تو یقیناً تمام روئے زمین پر چھا جائیگا۔ اور نہ صرف ہماری نوآبادیات پر قابض ہو جائیگا یا انکو ہمارے اقتدار سے باہر کر کے آزاد کرا دیگا بلکہ قوی خطرہ ہے کہ وہ ہمارے سابقہ سیاہ کارناموں اور گذشتہ وحشیانہ

بربریتوں کا بدلہ بھی لے اور کوشش کرے کہ انگلستان وغیرہ کو غلامی کی
زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا کر دے۔ بایں وجہ اس وجہ سے کہ ہر دو
جنگ عظیم میں ہندوستانی سپاہیوں کی جفاکشی اور بہادری یوروپین اقوام
کے مقابلہ میں تمام دُوَل یورپ کے سپاہیوں سے زیادہ اور اعلیٰ ثابت
ہوئی۔ جیسا کہ برطانیہ کے بڑے بڑے جرنیلوں اور فوجی اور سول افسروں
بلکہ وزرار برطانیہ نے پُرزور اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ خود لارڈ
ڈیول موجودہ والسرائے کہتے ہیں کہ "ہم نے یہ جنگ ہندوستان کی سپاہیوں
اور ہندوستان کے مال سے جیتی ہے۔" اس لئے یہ خطرہ اور بھی زیادہ قوی
ہو جاتا ہے۔ اور یہ صحیح بھی ہے اگر ہندوستانی اقوام اور سپاہیوں کو منظم
طریقہ پر جملہ اسلحہ جات مل جائیں اور انکی فوجی تعلیم مکمل ہو جائے اور قابل
جرنیل کے ماتحت باقاعدہ جنگ جاری کیجائے تو کسی یوروپین قوم سے ٹکرانے
میں کم نہیں رہ سکتے بلکہ ہر مخالف پر غالب آسکتے ہیں اور یہی بڑی وجہ ہے کہ
ان دونوں ملکوں کو ہر طرح کمزور کرنے کی پالیسی مدتوں سے جاری ہے اور اب
یہی امر پیش نظر ہو رہا ہے۔ اور کم از کم یہ خطرہ تو ہر وقت سامنے رہتا ہی ہے
کہ ہندوستانیوں کا معمولی سا جذبہ قومیت بھی ہماری اقتصادی شہنشاہیت
کی بربادی کا نہایت زبردست ذریعہ ہے۔ پروفیسر سیلے اکسپینشن آف
انگلینڈ میں لکھتا ہے "اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی
پیدا ہو جائے اور اس سے اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی ہو بلکہ صرف
اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں
کیلئے شرمناک ہے تو اس وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائیگا
کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی
نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنا بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر
قطعاً برباد ہو جائیں گے۔ (تنظیم جلد ۶ ۱۵۷ ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء)

اور یہی وجہ ہے کہ حامیان برطانیہ دانستہ یا نادانستہ متحدہ قومیت پر انتہائی درجہ چراغ پا ہو رہے ہیں اور بہت زبردست پروپیگنڈا اُسکے خلاف جاری کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ برطانوی اقتدار کی بربادی کیلئے یہ ایٹم بم یا اس سے بھی زیادہ قوی ہتھیار ہے اس لئے ہر انگریز کو اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اور کروانا اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی بالخصوص مسلمان بالکل بھولے بھالے اور سیاسیات سے ناواقف ہیں اور وہ لوگ جو سیاسی میدان میں اترے ہوئے بھی ہیں انگریز کے سامنے ابھی طفل مکتب ہیں وہ لوری انگریزوں کے چکمے میں بہت جلد آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مسلمان غیر مسلم اور مشرک کا ہم قوم کس طرح ہو سکتا ہے اور اس پر طرح طرح کے شرعی اور غیر شرعی وہمی اور رواجی استدلالات قائم کرکے عوام کو متنفر کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ سرسید مرحوم اس بارہ میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں " قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے۔ ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں۔ جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو ان سب کو ملکی فائدہ میں جو ان سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہیئے۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں بھی جائیں۔" (مجموعہ لکچر سرسید صفحہ ۱۶۷) دوسرے موقعہ پر آپنے فرمایا "جس طرح اور قوم کے لوگ ہندو کہلائے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ہندو یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلائے جاتے ہیں۔" (سرسید کے آخری مضامین صفحہ ۵۵) سفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت فرمایا "آپنے جو لفظ اپنے لئے ہندو کا استعمال کیا ہے وہ میری رائے میں درست نہیں۔ کیونکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔ بلکہ

ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے پس مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ مجھکو باوجود اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں "ہندو" نہیں کہتے" (سفرنامہ پنجاب سرسید صفحہ ۱۳۹)۔ (روشن مستقبل صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲)

پس بقول سرسید مرحوم اگر قوم بمعنی نیشن لیا جائے جو کہ اہل یورپ کی اصطلاح ہے تو یقینی طور پر تمام ہندوستان کے باشندے ایک قوم ہیں ہندوستانیت کا وصف سب میں مشترک ہے۔ مفاد سبھوں کا مشترک ہے غیر ہندوستانی جہاں بھی ہیں ان تمام ہندوستانیوں کو اپنے سے غیر اور اجنبی محسوس کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستانی مسلمان ہو یا سکھ یا ہندو یا پارسی سیاحان ممالک اور واردین ہندوستان۔ امریکنوں، جاپانیوں، چینیوں، انگریزوں فرانسیسیوں وغیرہ سے پوچھو اور دیکھو۔ وہ مذہبی تفرقہ کو محسوس بھی نہیں کرتے بلکہ سب کو ہندوستانی قوم سمجھتے اور کہتے ہیں۔ یہ ہی امور نیشن کی تعریف میں یورپین اصطلاح میں معتبر ہیں (دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف ویلجن اینڈ اتھکس)

اور اگر عربی، فارسی، اردو اصطلاح اور عرف کو دیکھیں یا قرآنی شہادتوں کا لحاظ کریں تو اسباب قومیت صرف مذہب میں منحصر نہیں ہوتے۔ کبھی متحدہ قومیت جغرافی حدود اور وطنیت سے ہوتی ہے تو کبھی نسل کی حیثیت سے کبھی پیشہ کی حیثیت سے اور کبھی رنگت وغیرہ وغیرہ سے قرآن شریف میں نسلی یا وطنی اسباب کی بناء پر بار بار کفار کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا ہم قوم قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال یہ تین امور مذکورہ بالا برطانیوں اور بالخصوص ٹوریوں کو ہمیشہ ہندوستان کی آزادی سے پریشان رکھتے ہیں۔ انگریز اگرچہ سب کے سب اپنی قوم اور شہنشاہیت کے خیرخواہ اور فدائی ہیں مگر ان میں نیکدل اور انصاف پسند بھی ہیں، جو کہ دعدوں کو وفا کرنا، بندگان خداوندی

کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کرنا، سب کے ساتھ حتی الوسع انصاف کرنا اور انکو فطری حقوق دینا وغیرہ ضروری سمجھتے ہیں، مگر تمام قوم برطانیہ میں سب سے گرے ہوئے اور اپنی اغراض کے دیوانے، اور دوسری اقوام کی حق تلفی کے حریص ومجنون، اپنی شہنشاہیت کے ہر جائز اور ناجائز عمل اور قول کے شدید ترین حامی یہی ٹوری ہیں، یہ کنسرویٹو پارٹی (قدامت پسندوں) سے بھی زیادہ گرے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے نظریہ یہی رہا ہے کہ ہندوستان کو ذرہ برابر بھی آزادی نہ دیجائے اور ذمہ داران برطانیہ نے بین الاقوامی (انٹرنیشنل) یا سیاسی (پولیٹکل) یا انصافی مجبوریوں سے جو جو اعلانات مختلف اوقات میں آزادی کامل یا نیم آزادی یا انسانی اور فطری حقوق کے متعلق ہندوستانیوں کیلئے کئے ہیں انکو کبھی بھی بروئے ایفا نہ آنے دیں اور جس طرح بھی ممکن ہو ٹال مٹول کرتے ہوئے اپنے استبداد اور جبروت وتشدد سے ہندوستان کی لوٹ کھسوٹ قائم اور جاری رکھیں اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے گھڑتے رہیں۔ کوئن وکٹوریہ اور دیگر ذمہ داران برطانیہ کے اعلانات اور وعدوں کو نئے لباس میں ڈھالتے ہوئے آج تک برطانیہ نے سامراج انہیں کی بدولت قائم رکھا۔ کنیڈا آسٹریلیا، ساوتھ افریقہ، کیپ کالونی، آئرلینڈ، ماریشس، فیجی، نیوزیلینڈ وغیرہ وغیرہ کو حقوق وکٹوریہ کے اعلان کے بعد اور پہلے دیئے گئے اور دیئے جاتے رہے۔ مگر ایک ہندوستان ہے کہ تقریباً تمام انسانی حقوق سے آج تک محروم ہے اور جو کچھ معمولی حقوق دیئے بھی گئے ہیں وہ نہایت ناقص اور نکمے ہیں۔

مگر عرصے سے چونکہ ہندوستانیوں میں روز بروز بیداری پیدا ہوتی جاتی ہے ادھر ہندوستانی مظلومیت کا آوازہ امریکہ، روس جاپان، چین اور دیگر ممالک میں بکثرت پھیل چکا ہے اس لئے انکو خطر

نظر آنے لگا ہے کہ اب ہندوستان مثل سابق غلام نہیں رہ سکتا۔ لہذا ہندوستانی خون چوسنے اور اپنے ہر ہر مفاد کو قائم رکھنے اور جاری کرنے کے لئے نئی نئی صورتیں اور نئی نئی اسکیمیں عرصہ سے سوچی گئیں اور سوچی جا رہی ہیں۔ اُنہیں میں سے یہ اسکیم پاکستان بھی ہے، جو کہ ٹوریان برطانیہ کی جھیل" مان سرور" سے نکلتی ہے سنہ ۱۹۳۱ء میں جبکہ ہندوستانی ڈیلی گیٹ انگلستان میں دوسری راونڈ ٹیبل کانفرنس میں گئے ہوئے تھے یا جانے والے تھے مسلم نمائندوں وغیرہ کے دماغ میں یہی ندا ڈالی ہے اور وہ اس زمانہ میں اکسفورڈ اور کیمبرج میں شایع ہو کر ہندوستانی مسلم اسٹوڈنٹ کو مسحور کرتی ہے۔ مسلمانوں کے وہ نمائندے جو کہ لیگ اور مسلم کانفرنس کی نمائندگی کے واسطے بھیجے گئے تھے ان ٹوری جادوگروں سے مسحور ہو کر ائے دامن میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور جو کچھ نہ کرنا چاہئے تھا۔ کر بیٹھتے ہیں اور مسلمانان ہند کو ان ٹوری جادوگروں کے قدموں پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں

چنانچہ مدینہ بجنور یکم فروری سنہ ۱۹۳۲ء جلد ۲۱ ۹ میں لکھتا ہے:۔ "لیکن ان سب سے زیادہ مکروہ طرز عمل ان تعاونیان کرام کا یہ تھا کہ جب گاندھی جی نے مسلمانوں کے چودہ کے چودہ مطالبات منظور کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو ان احمق اور فریب خوردہ حضرات نے اچھوتوں کی حمایت کا بیڑا اُٹھالیا حالانکہ ہندوستان سے وہ صرف یہ عہد کر کے چلے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کی تکمیل کرائیں گے۔ ان سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اچھوتوں کے حقوق کے محافظ بھی بنجا ہیں ان کا دعوی حقوق مسلمین کے تحفظ کا تھا۔ اور ان کا ہرگز یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے کمزور اور بودے کندھوں پر دنیا بھر کی اقوام کے تحفظ کا بوجھ بار کر لیں۔ اِس کے معنی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ انھوں نے دانستہ اسلامی حقوق کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ اس احمقانہ طرز عمل کی جو قیمت انکو ملی وہ ان کے طرز سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔ وہ

یورپینوں کے ہاتھوں بک گئے۔ اور ایک ایسے محضر غلامی پر دستخط کر دیئے جسمیں اپنے مطالبات کا تو گلا گھونٹ ہی دیا گیا تھا مقصد آزادی وطن کو بھی پامال کر دیا۔ اور غیر ملکیوں کو تجارتی استیلاء اور زائد از زائد حقوق آبادی دیئیے گئے اور مسلمانوں کے لئے چند نشستیں، چند ملازمتیں اور چند اعزاز قبول کر لئے۔ ارباب حقوق کا طرز عمل شروع سے آخر تک عدم تدبر، تنگ نظری غیر سیاست دانی، دل و دماغ کی بے مائگی اور خلاف ورزی عہد و مسلک کی ایک نہایت المناک مثال پیش کرتا ہے۔ الخ"

مندرجہ ذیل شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

مدینہ بجنور ۹ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۵۶ صفحہ ۲۔ "ہم کو اسٹیٹس مین، پایونیر اور دوسرے خالص اسلامی جرائد نے یہ بشارت کبری سنائی ہے کہ دس کروڑ کے خالص اسلامی سرمایہ سے ایک تجارتی کمپنی قایم کی گئی ہے۔ جو ہندوستان کے تجارتی مصالح کو ترقی دیگی۔ اس کمپنی کا نام ایسٹ اینڈ ویسٹ کارپوریشن لمیٹڈ ہے۔ صدر دفتر دہلی ہوگا۔ اسٹیٹس مین اور دیگر اینگلو انڈین اخبارات اس مسلم کمپنی کا نہایت شاندار الفاظ میں خیر مقدم کر چکے ہیں"۔۔۔۔ اس کے بعد دوسری شہادت ملاحظہ ہو۔

مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۵۹ صفحہ ۴

"گذشتہ اخبار میں ہم نے یہ خبر لکھی تھی کہ ہز ہائینس سر آغا خاں ایک کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے بدیشی پارچہ کو فروغ دینے کی غرض سے ایک کمپنی قایم کرنے والے ہیں۔ اخبار الامان سے اب معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف ہز ہائینس سر آغا خاں بلکہ ملا سیف الدین طاہر صاحب بوہرا قوم کے مقتدا اور اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے اکثر ممبروں نے دس کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کی ہے۔ جس کا صدر دفتر دہلی ہوگا۔ اس کمپنی کے قیام کا اصل محرک کون ہے اور اس کے اصلی مقاصد کیا ہیں۔ اس کے

صحیح حالات ابتک صیغۂ راز میں ہیں تاہم اسکے قیام پر اس خط سے کسی قدر روشنی پڑتی ہے جو مسٹر بلوڈن جج ممالک متحدہ نے کسی مستفسر کے جواب میں لندن بھیجا تھا۔ اور اتفاقاً سنڈے گرافک کے ہاتھ پڑ جانے سے شائع ہو گیا۔ او اسی غرض سے ہم اس خط کا متن ذیل میں درج کرتے ہیں۔

" مدت سے ہندوستان کی صورت حالات قابو سے باہر ہوئی ہے ہم نیم پارلیمنٹری حکومت کا حتمی وعدہ کر چکے ہیں۔ جو برطانوی افسروں کے بغیر نہیں چل سکتی۔ برطانوی افسر زیادہ عرصہ تک نہیں رہیں گے سول سروس کے تمام شعبے یہاں تک ہندوستانیوں سے بھر دیئے گئے ہیں یا بھرے جا رہے ہیں کہ آیندہ چند سال میں ان میں ڈھونڈ لیسے بھی انگریز کا نام نہیں ملے گا۔ میں ان حالات میں ہندوستان کے مسئلہ کا ایک ہی حل دیکھتا ہوں۔ کہ اسے ہندو اور مسلمان حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا تنازعہ ختم کرنے کیلئے ۳۵ سال کی مسلسل پارلیمنٹری جنگ کے بعد ایسا ہی کرنا پڑا تھا۔ ہندوؤں نے ہمیں ہندوستان کے ساتھ کاروبار کرنے سے روک دیا ہے، اب ہمیں مالیہ معاف کرنا پڑا ہے تاکہ کاشتکار زندہ رہ سکیں، یہ ایک نہایت ہی یاس انگیز صورت حالات ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس تعفن کو پھیلنے سے روکا جائے اور قدرتی تقسیم کے مطابق ملک کے حصے کر دیئے جائیں۔ اگر ہندو کاروبار تجارت نہیں کریں گے تو بمبئی کی جگہ کراچی شہر تجارتی بندرگاہ کا کام دلسکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مزید ۲۵ یا ۳۰ سال کیلئے ہندوستان پر ہمارا اثر و اقتدار قائم رہے، اب برطانوی حکومت کے پرانے طریق کار کی طرف عود کرنا ناممکن ہے، ہمارے پاس اب کارکن اصحاب موجود نہیں ہیں، اب ہم دور ماضی کو قائم نہیں کر سکتے نیز ہم نے اپنا کام بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں ریلیں اور نہریں وغیرہ قائم کی ہیں۔ اب اسے ایک طرح حکومت د بدو جو اس کے لئے موزوں اور

قدرتی ہو۔ لیکن جبتک ہندوستان میں ہمارا اثر و اقتدار قائم ہے ہمیں تحریک مقاطعہ کو پورے زور سے روکنا چاہئے۔ خونریزی کو روکنے اور دقیانوسی ہندو سسٹم کا سدباب کرنے کے لئے ہمیں کراچی اور دہلی سے کام شروع کرنا چاہیئے، جہاں دنیا کی ایک بڑی مسلم طاقت قایم ہوگی، ہم خواہ کچھ کریں یہ ہوکر رہیگا، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض عمل میں نہ لائیں، اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ جب بحر قزوین اور بحیرہ روم کی طرف وسیع ملکوں کا خیال جائے تو بڑے بڑے امکانات نظر آتے ہیں"

مدینہ بجنور ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۶۹ میں بمبئی کرانیکل کے خاص نامہ نگار مقیم لندن کا مقالہ مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا ہے،

"ہندوستان کو ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کرنیکی پوری کوشش کی جارہی ہے تاکہ اُسکے بعد ہمیشہ ہندوستان میں جھگڑا ہوتا رہے"

مسٹر جان گنتھر امریکن "کامن سینس" امریکی اخبار میں طویل مقالہ لکھتی ہے۔ جس کا اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔

"اس برطانوی جناح باہمی کھیل کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں نمودار ہوا ہے اور یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دو علیحدہ خیالی ریاستوں کا نام ہے۔ جن کے درمیان باقی تمام ہندوستان پولینڈ کے کاریڈور ملانے والے راستے کی طرح رہیگا۔ ابھی تک تو ذمہ دار مسلمانوں نے اسکی مخالفت کی ہے۔ لیکن اگر اس اسکیم پر عمل کیا گیا تو ہندوستان میں بھی بلقان بنجائیگا۔ جہاں خانہ جنگیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو جائیگا۔

(مدینہ مورخہ ۹ رجون ۱۹۴۳ء جلد ۳۲ ۴۳)

... الاشہادتوں سے مندرجہ ذیل اُمور معلوم ہوئے۔

(الف) پاکستان اور تقسیم ہندوستان (مسلم ہندوستان اور ہندو ہندوستان) لاہور کے لیگ کے اجلاس سنہ ۱۹۴۰ء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ سنہ ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے کی پیداوار ہے، ہاں ہندوستان میں اسکی شہرت لیگ کے اس اجلاس سے ہوئی ہے۔ اگرچہ سر اقبال مرحوم نے الہ آباد کے اجلاس لیگ میں دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء میں بھی اس کا تذکرہ مختصراً اپنے خطبہ میں کیا تھا۔ مگر اسکو کسی نے بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا اور ہنٹر کمیٹی کے سامنے بھی اس کا تذکرہ بعض لوگوں نے کیا تھا، مگر اس کو عملی حیثیت سے ناقابل انتظام سلطنت کہہ کر رد کر دیا گیا تھا۔

(ب) چودھری رحمت علی صاحب جنھوں نے سنہ ۱۹۳۳ء میں پاکستان کے متعلق بنام پاکستان نیشنل پومنٹ اور ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدرآبادی اور دوسرے مصنفین سب کے سب اسی چشمہ سے مستفید ہونے والے ہیں جس کا بیج ٹوری انگریزوں نے سنہ ۱۹۳۱ء میں یا اس سے پہلے بنایا تھا اور جس کو اواخر سنہ ۱۹۳۱ء میں لندن میں نشو ونما کی نوبت آئی

(ج) یہ اسکیم تقسیم ہندوستان اور علاقہ جات ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کسی مسلمان ہندوستانی کے دماغ سے نہیں ہوئی ہے اور نہ لیگی دماغ سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ بلکہ اس کا ظہور اور خروج برطانوی اور ٹوری برطانوی دماغوں کا رہین منت ہے اگرچہ بعد کو لوگوں نے اسکو بے سمجھی سے اپنا لیا ہے ؎

کار زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں

از غلط تہمت بآہوئے ختن بنہادہ اند

(د) یہ ہندوستان کی تقسیم صرف برطانوی مفادن خاطر کی گئی ہے کیونکہ ہندو برطانوی مصنوعات اور اس کی تجارت کا بائیکاٹ اور مقاطعہ کر رہا تھا، اور اس اسکیم کو حسب قوت زیادہ تر موثر بنانا چاہتا تھا تاکہ

اس کی نیت یہ ہے کہ پردیسی مصنوعات کو یک قلم ہندوستان میں نہ آنے دے اور بمبئی، مدراس وغیرہ سے ایسے مصنوعات کا داخلہ اور تجارت بند کردے یا اُن پر اتنا بھاری ٹیکس لگادے جو باہر کے مصنوعات کو یہاں کے مصنوعات سے بہت زیادہ گراں کردے، جیسا کہ انگلستان نے ہندوستانی مصنوعات اور تجارت سے کیا تھا۔ یہ اسکیم یقیناً ہندوستان کے عوام کی زندگی اور بھلائی کے لئے اشد ضروری ہے۔

(لا) ۱۹۳۱ء میں مسلم نمایندوں کے لندن جانے سے پہلے یا بعد میں کوئی خفیہ پیکٹ ہوا ہے یا ہونا قرار پایا ہے جس میں مسلم نمایندوں کیطرف سے اطمینان حاصل کیا گیا ہے کہ وہ مسلم ہندوستان (پاکستان) میں برطانوی مصنوعات اور انکی تجارت کو برقرار رکھیں گے اور اپنے ساحلی بندروں کراچی اور کلکتہ کو برطانیہ کی تجارت بنائیں گے،

انیول رجسٹر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ میں ہے ——— "لندن کی بعض نمایندوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (فرقہ وار لیڈروں) نے برطانیہ کے ٹوری لیڈروں سے خفیہ سازش کرلی تھی جن میں ممتاز ٹوری لیڈر لارڈ لائڈ لارڈ بنفورڈ اور لارڈ سڈ ہنم اور دوسرے لوگ تھے"

نیز ریوٹر یکم نومبر ۱۹۳۱ء کو تار دیتا ہے "معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے تحفظات سے اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے قدامت پسند انگریزوں سے بھی خفیہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے تحفظات منظور کرالیں گے جو برطانوی اقتدار کو قائم رکھیں گے اور کنزرویٹو انگریز مسلم مطالبات کی حمایت کرینگے"

(مدینہ بجنور ۵ نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۲ عدد ۷۹) نیز اخبار بمبئی کرانیکل کا خاص نامہ نگار مقیم لندن خبر دیتا ہے "شہنشاہیت پرست برطانوی مدبرین کو جب گاندھی جی کے نرم رویہ سے گاندھی جی اور والیان ریاست

کو لڑانے میں ناکامی ہوئی تو اب وہ مسلمانوں کو اپنے مقصد کا آلہ بنا رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمان منددبین کو اس لئے متحد کر لیا ہے کہ وہ کامل آزادی کے حصول میں، گاندھی جی کی کوششوں کو ناکام کر دیں"

(مدینہ بجنور ۲۸ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۶۹)

(و) پاکستان کا بنانا اور اس کی تجویز کانگریسی حکومت کے قیام اور اس کے مظالم مشہورہ سے پہلے ہی قرار پاچکی ہے۔ مظالم کانگریس کو اس کا باعث قرار دینا محض عوام کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ کانگریس کی حکومت ۱۹۳۶ء کے اواخر میں شروع ہوتی ہے۔ اور پاکستان کی پیدائش ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے ہوتی ہے اور اس کا ظہور بلکہ اس کا پروپیگنڈا ۱۹۳۳ء سے جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام سپلمنٹ ۲ صفحہ ۱۷۴ ایڈیشن ۱۹۳۷ء مقالہ (ایس، وی۔ پاکستان) میں ہے "پاکستان صوبوں کے اسماء سے حروف ہجی لیکر بنایا گیا ہے پنجاب سے "پ" شمالی مغربی صوبہ سے (جس کے رہنے والے خصوصاً افغان ہیں "الف" کشمیر سے "کاف" سندھ سے "سین" اور بلوچستان سے "نان" ان خطوں کا نام ۱۹۳۳ء میں چودھری رحمت علی بانی پاکستان نیشنل مومنٹ نے پاکستان تجویز کیا الخ

اور اس پر لاہور ٹریبیون ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء اور لاہو ایسٹرن ٹائمز ۱۰ جون ۱۹۳۴ء اور اسٹیٹس مین دہلی مورخہ ۳ اگست ۱۹۳۳ء میں مفصل بحث اور تنقید ہوئی۔ اور اس تجویز کو حکومت برطانیہ اور ان صوبوں کے ہندوؤں کے لئے خطرناک دکھلایا گیا"

(دیکھو انسائیکلوپیڈیا مذکور)

(ز) مسلم اقلیت کے صوبوں کے مظالم کو اس کا سبب قرار دینا اگر وہ پایہ ثبوت کو پہونچیں بھی تو بھی خلاف عقل اور خلاف سیاست ہے۔

(اولاً) اگر اُن مظالم کے سبب سے پاکستان بنانا چاہتے تو انہیں صوبوں میں مستقبل کے تحفظ کی کوئی راہ نکالی جاتی نہ یہ کہ وہ صوبے اسکی وجہ سے اور...... خطرہ میں ڈالدیئے جائیں اور مسلم اکثریت والے صوبوں کے تحفظ پر زور دیا جائے۔

(ثانیاً) اگر واقع میں یہ اسباب ہو سکتے ہیں تو یہ امر نکتہ بعد الوقوع ہے۔ پاکستان کی اسکیم تو پہلے ہی سے بن چکی ہے اور اپنے منبع سے روانہ ہو کر زعماء لیگ اور مسلم کانفرنس کے قلوب میں جاگزین ہو چکی تھی (ثالثاً) یہ مظالم بطور ڈھونگ فرضی بنائے گئے ہیں یا قصداً اُنکو اٹھوایا گیا ہے۔ تاکہ عوام کو جذبات کو اُبھارا جائے اور اپنی سابقہ غداری یا غلطی پر پردہ ڈالدیا جائے۔ اور کانگریس کو بدنام کیا جائے تاکہ اور لوگوں میں تنفر پیدا ہو۔ ان مظالم کے اثبات کے لئے بابو راجندر پرشاد مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو اثبات و تحقیق کا مطالبہ بذریعہ چیف جسٹس اور ججان فیڈرل کورٹ وغیرہ بار بار کر چکے ہیں مگر مسٹر جناح وغیرہ نے رائل کمیشن پر ہی محول کر دیا۔ اور پھر کوئی وزنی اور موثر عمل اسکے لئے کرنے سے قاصر رہے۔

مسز جان گنتھر اپنے آرٹیکل میں لکھتی ہے۔

"۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے میں اور میرے شوہر مسٹر جان گنتھر دونوں نے ہندوستان میں مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر جناح سے تین گھنٹہ تک لنچ کے موقعہ پر گفتگو کی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں کوئی واضح اور قطعی مثال ان شکایتوں کی بتایئے جو انڈین نیشنل کانگریس سے مسلمانوں کو ہیں۔ مگر وہ کوئی مثال پیش نہ کر سکے۔ ۱۹۴۲ء میں سر اسٹیفورڈ کرپس نے بھی ان سے یہی سوال کیا۔ لیکن اسوقت انھوں نے جواب دیا اور ایک شکایت بیان کی۔ کرپس صاحب نے ذاتی طور پر تحقیق کرنے کا اظہار کیا تھا

مگر جب بعد کو انھوں نے نیو یارک میں اسکی اطلاع دی، تو اس میں انھیں کوئی اصلیت نظر نہیں آئی۔ اس کے بعد ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء میں ہربرٹ بیتھوز نے لکھا کہ مسلم لیڈر (انھوں نے مسٹر جناح کا نام نہیں لیا) کہتے ہیں کہ وہ جہنم سے نکلے ہیں۔ جناح انتہائی چالاک اور خشک قانون داں آدمی ہیں۔ کبھی وہ انڈین نیشنل کانگریس کے سرگرم بحثی قسم کے ممبر تھے۔ مگر پھر انھیں اپنی نجی خواہشات اور حوصلہ مندیوں کے لئے برطانویوں کے پیش کردہ مواقع میں بہ نسبت ایثار پیشہ کانگریس کے زیادہ ترقی نظر آئی۔ مگر پان اسلام ازم کی تمام بحث و گفتگو کے باوجود وہ ایک اچھے ہندوستانی قوم پرور اور محب وطن انسان ہیں۔ اگر برطانوی انکے ساتھ کھیل رہے ہیں تو وہ بھی برطانویوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

(مدینہ بجنور ۹ جون سنہ ۱۹۴۳ء)

پروفیسر کپلینڈ (جنکو اکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے سنہ ۱۹۴۱ء میں ہندوستان کے مسائل کی تحقیق کیلئے بھیجا گیا تھا اور وہ تحقیقات ختم کرنے کے بعد سر اسٹفورڈ کرپس کے عملہ مشیران کے رکن ہو گئے تھے) اپنی یادداشت کے ساتویں باب ڈسٹرسٹ اور ڈسیونین میں لکھتے ہیں کہ "پیرپور رپورٹ میں مندرجہ اور دیگر داستانہای مظالم جو کانگریس وزارتوں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ میں نے مسٹر جناح سے ان کے ان کے سلسلہ میں جس قدر گفتگو کی ہیں سمجھتا ہوں وہ انکو یا کانگریس کی اسلام دشمن روش کو نہیں ثابت کر سکے۔"

(ح) یہ اسکیم اس لئے بنائی گئی ہے کہ برطانوی اقتدار ہمیشہ تمام ہندوستان پر یا کم از کم مسلم ہندوستان (پاکستان) پر قائم رہے ہمیشہ سے یہی اصول برطانیہ کا ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کام کرتا ہے اور یہی اصول اب تک اس کی حکومت کے بقا میں کارآمد ہوا یعنی ڈیوائڈ

... اینڈ رول - لڑاؤ اور حکومت کرو - اگر دو ٹکڑے ہندوستان کے ہو جائیں گے تو برطانیہ کو آپس میں لڑانے اور پھر چودھری بنکر انکے تحفظ کے بہانہ سے حکومت کرنے اور دولت کے دریا انگلستان کی طرف بہانے کا موقعہ ہاتھ آئیگا مگر ایک فیڈریشن ہونے کے وقت میں ہندوستان برطانیہ سے بالکل نیا ہوگا - جس سے صلح کریگا یا جنگ کریگا وہ بیرونی طاقت ہوگی، اس میں برطانیہ کی چودھراہٹ کی ضرورت نہ ہوگی نہ امن واماں کے بہانہ سے اسکو مداخلت کرنے کا موقعہ ہوگا -

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم اپنے خطبہ اجلاس لاہور ۱۹۳۲ء میں فرماتے ہیں کہ -

"لیکن حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ مظہر ہے کہ وہ ہندوستان میں غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے عامل رہنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور بالواسطہ گویا ہندوستانی اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قسم کی خانہ جنگی کی طرف لیجارہی ہے - جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قائم رکھہ سکیں"

چنانچہ مسٹر جناح کا مندرجہ ذیل بیان اس پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے

نئی دہلی - ۲۹ فروری ۱۹۴۴ء نیوز کرانیکل لندن کی دعوت پر مسٹر جناح نے پاکستان کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل بیان دیا ہے -

"... اگر برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کردے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جو ۳ ماہ سے زیادہ نہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہو جائیں گے اور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں - تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے - اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے - آج بھی اصولاً ۵ صوبوں میں پاکستانی

حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں اور ہندو وزیر انہیں کام کر رہے ہیں پاکستان کی قائمی میں ۳/۴ ملک ہندوؤں کے زیر اثر ہوگا۔ اور ۱/۴ مسلمانوں کے۔ نیز پاکستان کے قائم ہونے سے دائمی امن کی امید ہے۔

(مدینہ بجنور ۱۷ جلد ۳۳ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۴ء)

اسی بیان پر ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدرآبادی جو کہ پاکستان کے بہت بڑے حامی اور اس کے متعلق مفصل کتاب لکھنے والے ہیں اور ایک عرصہ تک لیگ کے ذمہ دار عہدہ دار رہے ہیں فرماتے ہیں۔

"حیدرآباد ۴ مارچ ۱۹۴۴ء ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے مسٹر جناح کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جو انھوں نے نیوز کرانیکل کے نمائندہ کو دیا ہے فرمایا کہ "اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہئے کہ انکے قائداعظم اُن کو کدھر لئے جارہے ہیں۔ میں ابتدا ہی سے جانتا تھا کہ مسٹر جناح پاکستان کیلئے سنجیدہ نہیں ہیں۔ اب انھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ قطعی آزاد پاکستان کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ والی ملک کے بغیر ایک ایسی ریاست کے خواہشمند ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ زیر سایہ برطانیہ ایک طویل مدت میں یہ علاقے مصر کی حقیقت تک پہونچ جائیں جو قانونی طور پر تو آزاد ہے مگر اپنے ہر کام میں برطانیہ کے چشم وابرو کا منتظر ہے۔ انھوں نے کراچی میں تقسیم کرو اور ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگایا تھا۔ مگر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد تقسیم کرو اور رہو تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی طاقت ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ رہے۔ اور دفاع وخارجی مسائل کی مالک بنی رہے یہ ہے مسٹر جناح کی آئینی ترقی کے متعلق نظریہ۔ کیا کوئی انگریز اس کے لئے انکا شکریہ ادا کرے گا۔ میرے خیال میں برطانوی رجعت پسند بھی اس پالیسی پر افسوس ظاہر کریں گے۔ برطانیہ نے کرپس اسکیم کی رو سے وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو متحدہ طور پر یا علاقوں کی تقسیم کے بعد مکمل

آزادی حاصل ہو جائیگی۔ بجائے اس کے کہ مسٹر جناح اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری جماعتوں سے اتحاد کرتے۔ وہ موجودہ غلامی پر ہی قانع ہیں۔ کیا مسلم لیگ کے عام ممبران اس روش کی تائید کریں گے؟"

(اجمل بمبئی جلد ۱۷۔ ۶ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء)

مسٹر جنیا اور ڈاکٹر عبداللطیف کے اسی بیان کے متعلق مدینہ لکھتا ہے

"مسٹر جناح کے پاکستان کی آزادی کا تصور بقول ڈاکٹر عبداللطیف اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ رفتہ رفتہ وہ مصر کی موجودہ حیثیت کو پہونچ جائے اور مصر کی موجودہ آزادی کی حیثیت کیا ہے مسٹر ڈلگی جیسے ہوشمند اور باخبر سیاست داں کی زبان سے سنیئے۔ آپ نے اپنی مشہور تازہ تصنیف "ایک دنیا" میں لکھا ہے کہ مصر تمام عملی اغراض کے لئے برطانی سفیر سر مائلس لیمپسن کا محتاج ہے اسکی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ مسٹر جناح چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان بھی [illegible] لا دینی کی نعمت سے بہرہ مند ہوں۔

(مدینہ ۱۳۔ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء ۱۹ جلد ۳۳)

اجمل بمبئی مورخہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء اپنے ایڈیٹوریل میں حسب ذیل بیان دیتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ! "مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر جینا نے لندنی اخبار نیوز کرانیکل کے نمایندے کو جو رجعت پسندانہ بیان دیا ہے۔ ہم اس سے قبل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس بیان نے پاکستان کے بارے میں مسٹر جینا اور انہی کے ساتھ پوری مسلم لیگ کی (کیونکہ اس کے کرتا دھرتا مسٹر جینا ہی ہیں) پوزیشن کو حد درجہ مضحکہ خیز بنا دیا ہے اور در حقیقت انہیں بے نقاب کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس بیان پر ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کی تنقید ہے جو انھوں نے اسی بیان سے متاثر ہو کر کی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف ان لوگوں میں نہیں ہیں جنہیں پاکستان کا مخالف کہا جا سکے بلکہ وہ تو

اس بات کے مدعی بھی رہے ہیں کہ پاکستان کا خیال اُنہی نے پہلے پیش کیا اور کلچرل
یا تہذیبی منطقوں میں ہندوستان کے متعلق ایک اسکیم کے وہ مرتب بھی
ہیں جسے انھوں نے اپنی ایک تصنیف میں پیش بھی کیا ہے۔ جب ایک ایسا
شخص بھی مسٹر جینا کے طرز عمل پر اتنی سخت تنقید کرتا ہے جتنی کہ ڈاکٹر صاحب
موصوف نے کی ہے تو اُسے محض سیاسی مخالفت کی بنا قرار دیکر نظر انداز
نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے جو باتیں کہی ہیں وہ حقیقت
پر مبنی ہیں۔ انھوں نے جو اعتراضات مسٹر جینا پر کئے ہیں وہ مسٹر جینا کے بیان
کی روشنی میں حرف بحرف صحیح ہیں۔ ڈاکٹر لطیف صاحب کہتے ہیں کہ مسٹر جینا نے
کراچی میں نہایت بلند آہنگی سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ انگریز ہندوستان کو تقسیم
کر کے یہاں سے چلے جائیں مگر اس سے ان کا مقصد وہ نہیں تھا جو ان الفاظ
سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کا مقصد اس کے خلاف یہ تھا کہ انگریز ہندوستان
کو ہندو مسلمانوں میں تقسیم کریں اور پھر بھی یہاں رہیں اور رہیں بھی تو اس طرح
پر کہ مسٹر جینا اور ان کی لیگ کے مجوزہ پاکستان اور ہندوؤں کے قبضہ کے
ہندوستان دونوں پر انگریز ہی مسلط رہیں۔ کیونکہ فوج اور امور خارجہ پر
اُنہیں کا قبضہ رہے نیز ان دونوں ریاستوں کے جنہیں ممکن ہے کہ مسٹر جناح اور
ان کے ساتھی اپنا جی خوش کرنے کیلئے آزاد ریاستیں کہیں۔ چودھری بنے رہیں
اور جبتک ان دونوں ریاستوں کے آپسی تعلقات اس طرح پر طے نہ پا جائیں
جس سے انگریز بھی مطمئن ہوں انگریزوں کی ہندوستان میں مداخلت کا سلسلہ
جاری رہے۔ یہ باتیں ڈاکٹر عبداللطیف نے اپنی طرف سے مسٹر جینا کی طرف
منسوب نہیں کی ہیں نہ ہم اس میں اضافہ اپنی طرف سے کر رہے ہیں بلکہ یہ باتیں
پوری وضاحت کے ساتھ مسٹر جینا کے بیان میں صاف الفاظ میں موجود ہیں
اس بیان نے واضح کر دیا کہ مسٹر جینا کے ذہن میں ہندوستان کی آزادی کا۔
یا تو سرے سے تصور ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ ایسی آزادی ہے جس سے کوئی

خود دار ہندوستانی خواہ وہ متحدہ ہندوستان کا حامی ہو خواہ تقسیم ہند یعنی پاکستان کا۔ یہی نہیں کہ مطمئن نہیں ہو سکتا بلکہ بلاشک و شبہہ مضطرب اور پریشان ہوگا۔ مسٹر جینا نے اپنے اس بیان میں وہ بات کہی ہے جو رجعت پسند انگریز بھی کم از کم اپنے منہ سے نہیں کہتا خواہ اسکی نیت میں کتنا ہی فتور کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب یہ کہتے ہیں قطعاً حق بجانب ہیں کہ مسٹر جینا کی اس روش کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ پاکستان کے بارے میں کبھی سنجیدہ تھے ہی نہیں۔ وہ جو چیز چاہتے تھے یا ان کا دماغ جو چیز سوچتا تھا وہ کوئی آزاد اسلامی ریاست یا اُسی کے ساتھ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے غیر پاکستانی علاقوں کی آزاد ہندوستانی ریاست نہ تھی بلکہ وہ انگریز کی غلامی میں ایسی ریاستوں کا خواب دیکھ رہے ہیں جن کی حیثیت تقریباً وہی ہو جو ہندوستانی ریاستوں کی ہے اور ایک مدت مدید کے بعد بھی (جس کا فیصلہ یاد رہے کہ انگریز ہی کرے گا) اُنکی حیثیت مصر کی ہو جائے جسے باوجود اپنی آزادی کے ہر کام میں برطانیہ کے اشارہ چشم و ابرو کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔ بہر حال ایک لحاظ سے بہت اچھا ہوا کہ مسٹر جینا نے سالہا سال کے بعد پہلی بار صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ پاکستان کے متعلق ان کا اپنا تخیل کیا ہے۔ اب مسلمانوں کو عام طور پر اور خاص کر اُن مسلم لیگی حضرات کو جو مسٹر جینا کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کا نعرہ بلند کرنے کے عادی بن گئے ہیں سوچنا چاہئے کہ مسٹر جینا انھیں کدھر لیجا رہے ہیں کیا یہی وہ چیز ہے جو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا منتہائے نظر ہونی چاہئے اور کیا مسلم لیگ کی وہ نشأۃ ثانیہ جسکے راگ الاپتے مسلم لیگی حضرات کی زبانیں نہیں تھکتیں اسی مقصد عظیم کے لئے تھی۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو ہمیں اس پوری تنظیم اور اس کے مقصد دونوں پر فاتحہ پڑھ دینا چاہئے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہدینا چاہئے کہ اگر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان اب بھی اسی چکر میں رہیں جس میں مسٹر جینا

اور ان کے ساتھ انہیں رکھنا چاہتے ہیں تو اُن کا بس اللہ ہی حافظ ہے کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان خود بھی برطانیہ کا غلام بنا رہے اور اپنے ساتھ اپنے دوسرے کروڑوں ہموطنوں کو بھی غلامی پر مجبور کرے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلم لیگیوں کا سنجیدہ طبقہ اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ اور سوچے گا کہ آخر وہ ان چیزوں کو کبتک برداشت کریں گے۔ خیر مسلم لیگی خواہ کچھ سوچیں اور کچھ کریں ہمیں تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانان ہند کی زندگی میں وہ نفسیاتی گھڑی اب قریب آتی جاتی ہے جب حالات انہیں اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اس میں تبدیلی کریں۔

(ط) برطانیہ کے یہ ٹوری حضرات اس طریقہ سے ہندوستان کو کمزور کر دینا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس میں اتنی طاقت نہ پیدا ہو کہ وہ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کو آنکھیں دکھانے لگے اور ان کا حریف بن جائے۔ تقسیم کی شکل میں اول تو اسکو داخلی جھگڑوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اور پھر دونوں ٹکڑوں (پاکستان اور ہندوستان) کے آپس میں جھگڑوں میں پھنس جانا پڑے گا۔ جس کے نتیجہ میں انتہادرجہ کمزور ملک بنجانا پڑے گا۔ ہاں اگر اس کا مرکز صرف ایک ہی ہو جائے تو یقیناً تھوڑی ہی مدت میں وہ ایسی عظیم الشان طاقت بن سکتا ہے جس کا مقابلہ بآسانی کوئی یورپین طاقت بھی نہ کر سکے گی۔ چنانچہ نیوز کرانیکل لندن کے نمایندہ نے اپنے سوالات میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے۔

سوال:- لیکن یہ کس طرح ایک پسندیدہ صورت ہو سکتی ہے کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے جس سے وہ بیرونی حملوں کا شکار ہو۔"

نیز ایک سوال حسب ذیل تھا۔ لیکن خانہ جنگی ہونا یقینی ہے۔ آپ

ایک ہندوستانی السٹر قائم کریں گے جس پر آگے چلکر ہندو لوگ متحدہ ہندوستان کے نام پر ممکن ہے کہ حملہ کریں

نیز ایک سوال یہ تھا کہ اگر اس وقت انگریزوں نے یہ عذر کرکے ہندوستان کو چھوڑنے سے انکار کردیا کہ ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کے طور پر رہ سکیں تو پھر کیا ہوگا؟

نمائندہ نیوز کرانیکل کے سوالات میں یہ تینوں سوالات واقعات کی روشنی میں ہیں اور نہایت صحیح ہیں۔ مسٹر جینا کے جوابات ہرگز اطمینان بخش نہیں ہیں اور نہ واقعات اور حقائق پر مبنی ہیں۔ چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"میں یہ تسلیم کرنیکو تیار نہیں ہوں کہ ہندوستان کو جبری طور پر متحد رکھکر زیادہ محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے بیرونی حملوں کا شکار ہونیکے زیادہ امکانات ہیں۔ کیونکہ ہندو مسلمان کبھی ایک نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ دست بگریبان رہیں گے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسا سمجھوتہ ناممکن ہے جس سے مسلمان ہندوؤں کے ساتھ بطور ایک وحدت کے یا ایک وفاق کے اندر رہنے پر تیار ہوسکیں۔ نیو فاؤنڈلینڈ سے مکمل آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے اگر یہ مختصر سا ملک کناڈا کے قریب ہوتے ہوئے بھی علیحدہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکتا ہے تو یقیناً پاکستان بھی جس کی آبادی سات آٹھ کروڑ یعنی برطانیہ کی آبادی سے دوگنی ہے تنہا ترقی کی منزل پر آگے بڑھ سکتا ہے"

(راجمل بمبئی ۲ر مارچ ۱۹۴۶ء)

تعجب کی بات ہے کہ مسٹر جینا کس طرح اس جواب میں تاریخ اور واقعات

اور صحیح امکانات پر دھول ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے کس طرح قرنہا قرن ان میں خونریزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ کے مظاہرات ہوتے رہے ہیں مگر کیا برطانیہ اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ پیمانہ کے سرمایہ اور خوش حالی کے ساتھ کامن ویلتھ میں بسر نہیں کر رہی ہے اور کیا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے حاصل کر کے مانٹیگو اور ریڈنگ وغیرہ کی صورت میں برٹش امپائر کی امداد و اعانت نہیں کر رہے ہیں کیمبرا کنیڈا اور جنوبی امریکہ کے بسنے والے مختلف نسلوں اور مختلف اقوام و مذہب والے نہیں ہیں۔ اگر یہ سب ایک وفاق میں شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ زمانہ ہای سابقہ اور لاحقہ میں ان میں سخت عداوتیں ظہور پذیر رہی ہیں تو کیا ہندوستان کے باشندے مستقبل قریب میں ہندوستانی کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) کے اجزا نہیں ہو سکتے۔

سرکیشیا اور قفقاسیہ کے چرا کیہ جارجیا کے داغستانی وغیرہ اور صحرا روس اور سائبیریا کے قزق (کاسک) اور شہروں کے بسنے والے قازانی یہ وہ بہادر مسلمان قومیں ہیں جن کی اور صرف انہیں کی مدد سے متحدہ روس کو کامیابی جرمن کے مقابلہ میں ہوئی ہے۔ یہ سب اپنے اپنے صوبوں کی داخلی آزادی کے ساتھ ساتھ روسی کامن ویلتھ اور متحدہ حکومت میں داخل اور شریک ہیں۔ حالانکہ زمانہ ہای سابقہ میں جو جو خونریزیاں اور جنگ و جدال آپس میں پیش آئے ہیں ان سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

خود ہندوستان میں انگریزوں سے پہلے متعدد دولت مشترکہ اور وفاق میں اور ہندو اور مسلمان ریاستوں میں ہر دو قومیں انتہائی اتفاق اور اتحاد کے ساتھ ساتھ صدیوں تک گذر بسر کرتی رہی ہیں۔ ڈبلیو ایم ٹارانس اپنی کتاب "ایشیا میں شہنشاہیت" میں لکھتا ہے۔

سیواجی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں دخیل ہونا شروع کیا ان کے یہاں اس قسم کی

مذہبی تنفر کا نام تک نہ تھا جس طرح انگلستان اور یورپ کے تقریباً سب حصوں میں مخلوق کو تباہ کرنا روا رکھا جاتا تھا جب آئرلینڈ میں کوئی رومن کیتھولک نہ اپنے بزرگوں کی جاگیر کا حق دار سمجھا جاتا تھا نہ فوج کا افسر ہو سکتا تھا جبکہ سویڈن میں سوائے لوتھر کے معتقدین کے اور کسی عقیدہ کا کوئی شخص ملازم نہیں ہو سکتا تھا ٹھیک اس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر او شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ کماتے ہیں اور ایک دوسرے سے بازی لیجانے میں آزاد تھے۔"

لارڈ ولیم بنٹنگ انگلستان میں ایک کمیٹی کے روبرو ۱۸۳۲ء میں بیان دیتے ہوئے کہتا ہے "بہت سی باتوں میں اسلامی حکومتیں انگریزی راج سے کہیں بہتر تھیں۔ مسلمان اس ملک میں آباد ہو گئے جسے انھوں نے فتح کیا تھا۔ وہ ہندوستانی باشندوں میں گھل مل گئے۔ ان میں بیاہ شادی کرنے لگے۔ مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو ہر قسم کے حقوق دیئے۔ اور فاتح و مفتوح کے مذاق دلچسپی اور ہمدردی میں یکسانیت تھی۔ کوئی فرق نہ تھا بخلاف اسکے انگریزی پالیسی اس کے برعکس ہے۔ اب سرد مہری خودغرضی اور بے پروائی ہے۔ جس میں ایک طرف تو قوت کا آہنی پنجہ حکمراں ہے اور دوسری طرف ہر چیز پر اپنا قبضہ ہو اور ہندوستانیوں کو کوئی دخل نہیں۔"

(الانصار ۲۲ جلد ۲ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۲۶ء ماخوذ از فارورڈ کلکتہ)

اسی طرح سرجان مینارڈ اور دوسرے مورخ لکھتے ہیں۔ یہ منافرت انگریزوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور انہیں کی خواہش اور پالیسی کے موافق لیگ بھی پر زور کوشش کر رہی ہے۔ یقیناً اگر انگریزی راج کا یہاں سے خاتمہ ہو جائے اور زعما لیگ اپنی اس غلط پالیسی کو چھوڑ کر اتفاق و اتحاد کی دن رات کوشش کرنے لگیں تو حالت بہت جلد بدل سکتی ہے۔ جیسا کہ تحریک خلافت کے وقت میں مشاہدہ ہو رہا تھا اگر گورنمنٹی طاقتیں اپنی باطنی قوتوں کو استعمال نہ کرتیں تو یقیناً نہایت زیادہ ہم آہنگی

اور خوش گواری قائم ہو جاتی۔

اور اگر واقعیت وہی تسلیم کر لی جائے جو کہ مسٹر جناح ارشاد فرماتے ہیں تو پھر پاکستان کے ہر دو حصوں میں بھی کبھی امن وسکون نہ ہوگا اور نہ وہاں مسلم حکومت قائم رہ سکے گی، وہاں کی فیصدی چالیس بلکہ اس سے بھی زیادہ غیر مسلم آبادی مسلمانوں سے ہمیشہ دست بگریبان رہیگی اور حکومت کو تگنی کے ناچ نچایا کرتی رہیگی، بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ سرمایہ دار، زمیندار اور عام مسلمانوں سے بہت منظم اور تعلیمیافتہ ہے، مسلمان عموماً مفلوک الحال اور ہندوؤں اور سکھوں کے مقروض اور محتاج اور رعایا ہیں۔ اور حسب تصریح تنظیم امرتسر ۱۴ جون ۱۹۲۵ء اپنر قرضہ نوے کروڑ روپیہ ہے۔ جس کا سود تقریباً ۱۵ کروڑ روپیہ انکو دینا پڑتا ہے قرضہ کا سب سے بڑا حصہ کاشتکار مسلمانوں ہی پر ہے اور قرضخواہ عموماً غیر مسلم مہاجن ہیں

دوسرے سوال کے جواب میں مسٹر جینا ارشاد فرماتے ہیں۔

مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ نئے آئین کے تحت مختلف پیدا ہونے والے معاملات کو سلجھانے و طے کرنیکے لئے ایک درمیانی دور ہوگا جس کے دوران میں امور خارجہ اور فوجی معاملات برطانیہ کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اس درمیانی دور کی مدت کیا ہوگی اس کا انحصار اس امر پر ہوگا کہ کس رفتار سے ہندو اور مسلمان نیز انگریز اپنے کو نئے آئین کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ بالآخر ہندو اور مسلمان دونوں برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کر لیں گے جس طرح مصر نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے

(اجمل بمبئی ۲ مارچ ۴۲ء)

اس جواب میں جو غلط کاری مسٹر جناح نے کی ہے اسکی تفصیل ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کے بیان اور اجمل اور مدینہ بجنور کی توضیحات میں آچکی ہے۔ مگر ہم ایک اور واضح چیز یہاں انصاری دہلی روزانہ مورخہ ۹ مارچ ۴۲ء کے ایڈیٹوریل سے

نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ کہتا ہے۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اس درمیانی دور میں برطانیہ ہندوستان کے ان دونوں حصوں کو کیوں نہ ایسی پوزیشن میں ڈالدیگا کہ وہ کبھی بھی آزاد نظام حکومت کو سنبھالنے کے قابل نہ ہو سکیں۔ اگر اس امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو کیا مسٹر جناح کی اس تجویز کا مطلب برطانیہ کو یہ صلاح دینا نہیں ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے متحدہ ہوکر ہندوستان کی آزادی کی تحریک اٹھانے کے امکانات کو پاش پاش کر ڈالنے کے لئے ہندوستان کو ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کرے اور الگ الگ انکی پوزیشن کو کمزور کرکے ہندوستان کو قیامت تک غلام بنائے رکھے۔ نیوز کرانیکل کے نامہ نگار کو بھی مسٹر جناح کی اس تجویز کو سنکر یہی بات سوجھی تھی جو ہم نے واضح کی ہے۔ چنانچہ اس نے مسٹر جناح سے دریافت کیا کہ اگر اس وقت انگریز یہ عذر کرکے ہندوستان کو چھوڑنے سے انکار کردے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہم سایہ کی حیثیت سے اچھی طرح رہ سکیں تو پھر کیا ہوگا۔ مسٹر جناح کو اسکی کچھ فکر نہیں ہے کہ اسوقت کیا ہوگا اور برطانیہ ہندو اور مسلمانوں کو الگ الگ غلامی کے پھندے میں لٹکائے رہیگا اونہیں، تو صرف یہ فکر ہے کہ کسی طرح مسلم صوبوں پر مسلم لیگیوں کا راج ہو جائے"۔

اخبار مذکور کا یہ کہنا بالکل واقعی اور صحیح ہے برطانوی قوم بالخصوص ٹوریوں اور قدامت پسندوں کی ذہنیت اور انکے آئے دن کے بیانات اور ارادے اور اعمال اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ سابقہ تجربات صراحتاً اسکے دلائل اور براہین قویہ ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب مسٹر جینا نے حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے۔

ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان نہیں ہے۔ بہر حال اس صورت میں بھی ہمیں اس سے زیادہ آزادی حاصل رہیگی۔ جو اس وقت ہے۔ ایک جداگانہ قوم اور ایک ڈومینین کی حیثیت سے

ہمارے لئے موجودہ تعطل کے مقابلہ میں اُس وقت اسکے زیادہ مواقع وامکانات ہونگے کہ ہم میں اور برطانیہ میں معاہدہ ہو جائے "

مسٹر جناح نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ اس کا امکان نہیں ہے مگر اسکی کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی۔ انگریزوں کے اس قسم کے کارنامے تاریخی صفحات پر اسقدر مرقوم ہیں کہ انکے گنوانے کیلئے دفاتر چاہئیں۔ تعجب ہے کہ مسٹر جینا ان تمام معاملات سے چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ ایڈورڈ گرے، لائیڈ جارج، مسٹر چرچل اور دیگر وزرائی برطانیہ کی تاریخیں دیکھئے اور مسٹر جینا کی ناواقفیت یا نسیان کی داد دیجئے۔ اس قسم کی ڈپلومیسیاں ساحرین برطانیہ کے بائیں ہاتھ کے کھیلوں میں سے ہیں۔ ہمکو اسوقت میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا مقالہ یاد آتا ہے انھوں نے متعدد مرتبہ ذکر فرمایا کہ جبکہ وہ خلافت ڈیپوٹیشن میں انگلستان کو جا رہے تھے تو پیرس میں بھی گذرے اور وہاں کے ایک مشہور و معروف سیاسی شخص سے ملاقات کی۔ اثنا رذکر میں انگریزوں کی ڈپلومیسی اور فریب کا تذکرہ آیا تو اس نے کہا کہ میں اور میری قوم (فرنچ) ہمیشہ یہ عہد کرتے ہیں کہ آیندہ انگریزوں کے فریب میں نہ آئیں گے مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد میں اور میری قوم دیکھتے ہیں کہ پھر انکے فریب میں پھنس گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ دنیا کی آزمودہ کار پالٹیکس کی ماہرین قومیں تو انکے دجل اور فریب کا اتنے زور وشور سے اقرار کریں اور مسٹر جناح جو صرف قانون کی نہایت خشک ماہر ہیں (بقول مسٹر جان گنتھر) اسکے امکان کا بلا دلیل انکار کریں۔ جے کیر ہارڈی تو کہتا ہے کہ جبتک دنیا میں ڈپلومیٹک آفس موجود ہے دنیا میں امن وامان قائم نہیں ہو سکتا۔ اور مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ اس کا امکان نہیں ہے۔ اٹلانٹک چارٹر اور ایسی ایسی سیکڑوں چیزیں موجود ہیں اور مسٹر جناح سب سے چشم پوشی فرما رہے ہیں یا دانستہ سب کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔ انکی دوسری باتوں کا جواب ڈاکٹر عبداللطیف اور اجمل کے آرٹیکل میں آچکا ہے اعادہ کرنے کی

ضرورت نہیں ہے۔

روزنامہ انصاری مورخہ ۹ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء کہتا ہے اور صحیح کہتا ہے۔

"مسٹر جناح کو نہ تو ہندوستان کی آزادی کی پرواہ ہے اور نہ آپکو مسلمانوں کی آزادی کی فکر ہے۔ بلکہ اس وقت تو آپکو صرف اس بات کی دھن ہے کہ کسی نہ کسی طرح انگریز ہندوستان کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے پر مسلم لیگ کا راج قائم کرا دیں[1] اور اپنی سنگینوں سے اس مسلم لیگی راج کی حفاظت کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو مسٹر جناح کے اس تازہ اظہار خیال کی روشنی میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے سیاسی ڈھونگ کو غور سے دیکھنا چاہئیے کہ یہ مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے یا انہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غلام بنوانے اور ہندوستان کی دوسری قوموں سے برسرپیکار رکھنے کی ترکیب ہے۔

(ی) مسٹر بلوڈن کے خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ملعون مفادات اور منحوس خود غرضیوں کی بناء پر ٹوری اور رجعت پسند انگریزوں نے مصمم ارادہ تقسیم ہندوستان کر کے مسلم لیگی اور مسلم کانفرنسی لیڈروں سے پخت و پز کر لی ہے وہ کہتا ہے کہ خواہ ہم کچھ کریں یہ ہو کر رہیگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض عمل میں نہ لائیں اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں یہ قول صاف اس امر پر روشنی ڈالتا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ تقسیم ہندوستان صرف انگریزوں کا نکالا ہوا ہے مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر ابھی الو سیدھا کیا جا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریز اس کی تائید و حمایت میں پورا زور لگا رہے ہیں۔

مسٹر چمن لال سیتلواڈ کا وہ بیان جو کہ انھوں نے امریکہ سے واپسی پر ۵ جنوری سنہ ۱۹۴۵ء میں کراچی میں دیا تھا اس امر پر پوری روشنی ڈالتا ہے اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"...... امریکہ کا برطانوی سفارت خانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ سے

[1] جس کے پریذیڈنٹ غالباً مسٹر جناح ہی ہوں گے ۱۲ منہ

پمفلٹ وغیرہ لٹریچر چھپواتا ہے اور اسے ہوائی جہازوں کے ذریعہ امریکہ میں مفت تقسیم کرنیکی خاطر بھیجا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھولی گئی ہو مسٹر احمد اسکے انچارج ہیں برطانوی سفارت خانہ کی طرف سے انھیں تنخواہ دیجاتی ہے ... (ملاپ روزانہ مورخہ ۱۶ جنوری ۴۵ء جلد ۲۲ مـ ۲۴۴ از رپوٹر)

ہندوستان میں برطانوی حکام کی لیگ کی غیر معمولی حمایت اور سرپرستی اسکی شہادات عادلہ ہیں جو کہ ہر ایک غور کرنیوالے پر مخفی نہیں ہیں

نیو اسٹیٹس مین اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۴ دسمبر ۴۰ء لکھتا ہے "یہ اشکال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لارڈ لنلتھگو نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا۔ مسلم لیگ ایک طاقتور جماعت ہے اور اسکو مسٹر جناح کی رہنمائی حاصل ہے جو ایک قابل اور سرگرم لیڈر ہیں لیکن اسکو پنجاب سندھ اور سرحد کے صوبوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کوئی مقبولیت حاصل نہیں اور اگر اس وقت کچھ ہو بھی گئی ہے تو کل تک نہیں تھی۔ صوبجاتی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلم حلقہ ہای انتخاب سے جو ممبر منتخب ہو کر آئے۔ ان میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والوں کی تعداد چوتھائی سے بھی کم تھی۔ اس کا دعوی ہے کہ اب کچھ مہینوں سے اسکے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وائسرائے کی ممتاز سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بنگئی ہے ہم نے مسٹر جناح کی انتہا پسندانہ روش کو ہندوستان کی مسلمان آبادی کی جس کو ہم تسلیم کرتے ہیں اصل رای سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اور مسٹر جناح اور دوسری ہندوستانی جماعتوں کے نظریوں میں جنمیں دوسری مسلم جماعتیں بھی شامل ہیں اتحاد و اتفاق کا ہونا ممکن نہیں۔ (مدینہ بجنور مـ ۱۵ جلد ۳۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء)

اسی بیان میں وہ آگے چلکر لکھتا ہے "یہ مخلصانہ پیشکش ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نوآبادیات عطا کر دیا جائیگا تو ہمیں اس قسم کا کوئی

قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم مسٹر جناح کو محض اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جو ہر دقت بھونڈے اور ناکارہ عہد نامہ کو بھر کر ہمیں اخلاقی ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کیلئے تیار ہیں تو ہم ایسا نہیں کریں گے اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے انکے دور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم تقسیم کرو اور حکومت کرو کا پرانا کھیل کھیل رہے ہیں تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ہم مستقبل قریب ہی میں ہندوستان کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول لے رہے ہیں"۔

بہر حال یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منحوس تجویز ہے جو کہ ٹوریوں کے دماغوں کی جھیل مان سرور سے بطور چشمہ نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھکر موجیں مارنے والے دریا کی صورت ۱۹۴۰ء سے اختیار کر لیتی ہے جسمیں غریب دیگر ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لوٹنا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا اُلو سیدھا کرنا مقصود ہے۔ اور جس کو نہایت چالاکی کے ساتھ بہت ہی خوش رنگ میٹھے شربت کی صورت میں زہر ہلاہل کو پلایا جا رہا ہے۔ ؎

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسماں کیوں ہو

لارڈ لنلتھگو اور لارڈ ویول وغیرہ کا اس تقسیم کے خلاف کرنا اگر دانستہ ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو یہ بھی انگریزی سیاسی چال ہے۔ جس سے ہندوستانی مسلمانوں کا اصرار روز افزوں ترقی کریگا۔ الانسان حریص علی ما منع اور آخر میں خود انگریز اپنے عظیم الشان احسانوں کو جتاتے ہوئے مسلمانوں سے کہیگا کہ ہم تو نہیں چاہتے تھے مگر کیا کریں تم لوگ مجبور کر رہے ہو تو ہم تم کو یہ چیز دیدیتے ہیں اور ہندوؤں سے کہیگا کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہی ہیں ہم تو متحدہ ہندوستان ہی کو تم سبھوں کیلئے مناسب سمجھتے تھے۔ مگر تمہارے وطنی بھائی مسلمانوں نے ہمکو مجبور کر دیا ہے ہم کو تو سبھوں کی خاطر داری

کرنی ہے بادل ناخواستہ ہم اس تقسیم ملک کو منظور کرتے ہیں تمکو اپنے وطنی بھائیوں کی ہٹ اور انکی خواہشوں کا احترام کرنا چاہیئے۔ اس کو ٹھکرانا نہ چاہیئے امریکہ اور روس وغیرہ دیگر ممالک کے سامنے بھی اپنی معصومیت کا اظہار کریگا کہ ہم کیا کریں ہمنے تو بہت سمجھایا مگر مسلمان نہ مانے اس لئے بمجبوری ہم نے تقسیم کردیا۔ اس طرح سب کو خوش کرکے اپنی اغراض مکمل طور سے پوری حاصل کی جائیں گی اور بوجھ مسلمانوں کے سر پر رکھدیا جائیگا۔ ایسے اعمال انگریزی سیاست اور اس کی چالوں میں روزانہ ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ آج نیا کھیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ اور ممکن ہے کہ لارڈ لنلتھگو اور لارڈ ویول کی یہ مخالفت نادانستہ ہو اور وہ ان کارروائیوں سے جو ٹوری اور قدامت پسند کنسرویٹو پارٹی نے یہاں پہلے سے جاری کی ہیں ان سے واقف نہ ہوں ـــــ بہر حال مسلمانوں کو اپنے مستقبل پر اور انگریزی مفاد پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ضروری ہے۔

تقسیم ہندوستان میں اجمالی طور پر خطرات کا ہجوم

ہم اس جگہ تقسیم کے متعلق ان خطرات کو اجمالی طور پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں جو کہ خود لیگ کے ذمہ دار اور سمجھ دار ممبر نے وفاق عرب پر روشنی ڈالتے ہوئے ذکر کئے ہیں اور جن کو اجمل بمبئی نے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے یہ خطرات نہ تو معمولی ہیں اور نہ صرف رائی اور وہمیات ہیں بلکہ واقعات ہیں جنکو غور و خوض کے ساتھ دیکھنا اشد ضروری ہے۔

(روزنامہ اجمل بمبئی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۶ء) مسٹر عبد الرحمٰن صدیقی بنگال کے ایک ممتاز مسلم لیگی لیڈر ہیں وہ انگریزی زبان کا ایک مسلم لیگی روزنامہ مارننگ نیوز نکالتے ہیں اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۱۶ جولائی میں اتحاد عرب پر تبصرہ کرتے ہوئے صدیقی صاحب ایک عجیب بات لکھ گئے ہیں۔ جیسے آج

ہم ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہی لوگ جو محض ہندوؤں کی ضد میں پاکستان یا تقسیم ہند کے قائل ہیں خود اپنے دل کی گہرائیوں میں تقسیم یا اتحاد کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔

صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر چھوٹی اور کمزور قومیں بڑی اور طاقتور قوموں کی دراز دستیوں سے بچنا چاہتی ہیں تو انکو آپس میں ضم ہو کر بڑے گروہ یا وفاق بنانا ہونگے نسل، مذہب، یا جغرافیائی حدود کی بنا پر تقسیم کا خیال انیسویں صدی کے یورپ کے سیاسی فلسفہ کی تخلیق ہے اور اب یہ تجربہ کی بنا پر تباہ کن ثابت ہو چکا ہے۔ بلجیم اپنی کمزوری کا مزہ چکھ چکا۔ زیکوسلوواکیہ خوشحالی سے دور رہا۔ اور یوگوسلاویہ بھی امن حاصل نہ کر سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چھوٹی قومیں ظلم اور دراز دستیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔"

یہ ہے مسلم لیگ کے ایک ممتاز رکن اور لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک سابق ممبر کا خیال۔ مارننگ نیوز کی یہ رائے ضرور اس قابل ہے کہ اس پر مسلم لیگی حضرات غور کریں۔ اس لئے کہ اس میں ایک ایسے مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو جوش کی دھاندلی میں مسلمان قوم کو غلط راستے پر لئے جا رہا ہے اور جس پر چلکر قوم بڑے مصائب میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کر دیتا ہے اور یہ بھی سچ سہی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کافی اختلافات ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکی ہو کر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کیلئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں

کی سازو باز اور انکی دراز دستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے
کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کر لیں مگر اس مفروضہ آزادی
کے بدلے میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ
آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بدقسمتی ہو گی۔
اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے
نہ دیکھیں بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ
پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعث رحمت ثابت ہو سکیں گی یا نہیں۔ آیا یہ
اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں۔ آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی
یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً
نہیں تو دانائی کا اقتضا یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کیلئے ما بقی اختیارات
حاصل کر کے متحدہ ہندوستان وفاق میں شامل رکھا جائے۔ اور بجائے علیحدہ ہو کر
دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے ملکر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے
بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس
طرح اندرونی اصلاح کیجائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ مارننگ
نیوز کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا تقسیم اور علیحدگی کی مہمل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی
جا رہی ہے۔ اس لئے مسلسل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع للبقا کی
دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور چاہے وہ کتنے ہی حق پر ہوں وہ کیوں
نہ ہوں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ مان لیجئے کہ قیام پاکستان کیلئے اچھے
دلائل موجود ہیں مگر کیا یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس
کو پنجاب و سرحد پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے سے باز رکھ سکتے ہیں کیا آزادی
و انصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزومندوں کو پاکستان کے کمزور
ممالک کی تسخیر کے ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی اس معاملہ میں
دیانت داری کا ذرا بھی شبہہ رکھتا ہے تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے

اس دنیا میں جہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے۔ پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے اور بحیثیت ایک علاحدہ قوم کے انکو ضرور آزاد رہنا چاہئے۔ مسلم لیگ مذہب کی بنیادوں پر عمل تقسیم کی طالب ہے۔ تمدن، تہذیب اور زبان کی بنیادوں پر تقسیم کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے ورنہ جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے اگر اسکی بنیادوں پر ہندوستان کو تقسیم کیا جائے تو ہندوستان بے شمار ٹکڑوں میں منقسم ہو کر رہ جائیگا۔ کمیونسٹ حضرات البتہ جس تقسیم کے قائل ہیں وہ تہذیب و تمدن اور زبان کی بنیادوں پر ہوگی۔ مگر مسلم لیگ اس کی طالب نہیں ہے۔ وہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم کی طالب ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان علاقوں کے لئے حق علیحدگی طلب کرتی ہے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مارننگ نیوز نے اپنے مذکورہ مضمون میں سچ کہا ہے کہ اسوقت جبکہ اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے کا قوموں کی گروہ بندی کرنے اور بالآخر ایک بین الاقوامی وفاق تیار کرنے کی کوششیں جاری ہیں مذہب اور نسل کی بنیادوں پر علاحدگی کا مطالبہ نہ صرف مہمل بلکہ تباہ کن ہے۔

چونکہ رسالہ طویل ہو گیا ہے اس لئے ہم مندرجہ بالا مضمون پر اس حصہ کو ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اب دوسرے حصہ میں انشاء اللہ پاکستان کے متعلق تفصیلی بحث کریں گے۔

ننگ اسلاف

حسین احمد۔ غفرلہ

۱۱ محرم الحرام سنہ ۶۵ھ